مولانا محمد رمضان سلفی[1]

خبر واحد/ حدیثِ نبوی ﷺ کی حجیّت کو تعاملِ اُمّت حاصل ہے!

حدیث کو خبر بھی کہتے ہیں اور خبر کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ خبر متواتر ۲۔ خبر واحد

حدیث کی ان دونوں قسموں کا دین اسلام میں حجیتِ شرعیہ ہونا اُمّتِ مسلمہ میں مسلّم رہا ہے۔ معتزلہ اور ان کے ہم نوا منکرین حدیث کو چھوڑ کر اُمّتِ مسلمہ کے تمام ائمہ و محدثین اور علما و محققین اخبارِ آحاد سے احکامِ شرعیہ کا استنباط کرتے آئے ہیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب أخبار الأحاد کے تحت خبر واحد کے حجتِ شرعیہ ہونے پر کتاب و سنّت سے دلائل پیش کئے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

باب ماجاء في إجازة خبر الواحد الصدوق في الأذان والصلوة والصوم والفرائض والأحكام

جس سے ان کی مراد یہ ہے کہ ایک عادل اور سچے شخص کے خبر دینے پر اذان، نماز، روزہ اور دیگر فرائض واحکام پر عمل کرنے کا بیان... اس کے بعد اُنہوں نے اس پر دلائل کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ ایک امانت دار مؤذن کے اذان کہنے پر نماز کے وقت ہو جانے کا اعتبار کیا جاتا ہے اور اس پر اعتماد کرتے ہوئے وہ نماز ادا کی جاتی ہے جس کے لیے اذان کہی جاتی ہے اور نماز کی ادائیگی کے لیے ایک معتبر شخص جہت قبلہ کا تعین کر دے تو اسے قبول کیا جاتا ہے۔ کوئی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ جب تک سو افراد خبر نہ دیں کہ قبلہ اس طرف ہے تو نماز ادا نہ کی جائے۔

۱ شیخ الحدیث جامعہ لاہور اسلامیہ، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

اسی طرح روزہ رکھنے کے لئے طلوعِ فجر اور غروبِ شمس کی خبر دینے کے لیے ایک ثقہ مسلمان ہی کافی سمجھا جاتا ہے اور اس کی خبر پر روزہ رکھا جاتا اور افطار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اسلام کے دیگر فرائض واحکام میں اُمّت مسلمہ خبر واحد کو حجت مانتی ہے، گویا خبر واحد اگرچہ سند کے اعتبار سے حدِ تواتر کو نہیں پہنچتی لیکن اس کے حجّت اور دلیل شرعی ہونے کے اعتبار سے یہ 'سنّتِ متواترہ' بن گئی ہے جسے ہر دور میں اُمّت کا تعامل حاصل رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے لے کر آج تک اہل اسلام میں سے کسی نے بھی خبر واحد کی حجیّت سے انکار نہیں کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمۃ اللہ علیہم، تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم، ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم، محدثین عظام اور علمائے اسلام سب کے سب اخبارِ آحاد کو شرعی دلیل کے طور پر پیش کرتے آرہے ہیں اور خبر واحد کی حجیّت سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو دین اسلام کی جامعیت اور اس کی وسعت کو سمجھنے سے قاصر ہے اور وہ تمام علمائے اُمت، ائمہ و محدثین کی خدمتِ دین کے لئے ان تھک محنتوں کو ناقابل اعتبار بنادینے کے درپے ہے۔

خبر واحد عہدِ نبوی ﷺ میں

خبر واحد کے شرعی حجت ہونے کی بنیاد تو نبی کریم ﷺ کے مبارک دور میں ہی پڑ گئی تھی، بلکہ آپ نے خود حجیتِ خبر واحد کو زیر عمل لاتے ہوئے بہت سے موقعوں پر ایک ہی شخص کو دوسرے علاقے کا مبلغ بنا کر بھیجا یہاں تک کہ امیر لشکر بھی ایک ہی ہوتا، باقی سب مجاہدین پر اس کی بات کی اطاعت واجب ہوتی تھی۔ عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں:

لما بعث النبي ﷺ معاذ بن جبل إلىٰ نحو أهل اليمن قال له: «إنك تقدم علىٰ قوم من أهل الكتاب فليكن أوّل ما تدعوهم إلىٰ أن يوحّدوا الله تعالىٰ، فإذا عرفوا ذلك فأخبرهم أن الله فرض عليهم خمس صلوات في يومهم وليلتهم، فإذا صلّوا فأخبرهم أنّ الله افترض عليهم زكاة أموالهم تؤخذ من غنيهم فترد علىٰ فقيرهم،

فإذا أقرّوا بذلك فخذ منهم وتوق كرائم أموال الناس»[1]

”نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا تو فرمایا آپ اہل کتاب کی طرف جارہے ہو، سب سے پہلے اُنہیں توحیدِ باری تعالیٰ کی دعوت دینا، جب وہ اس کا اعتراف کرلیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ نماز پڑھنے لگیں تو اُنہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے، جو ان کے امیروں سے لے کر غریبوں کو دی جائے گی، جب وہ اس کا بھی اقرار کرلیں تو آپ ان سے زکوٰۃ لیتے وقت ان کے عمدہ مال لینے سے بچیں۔“

اسی طرح نبی اکرم ﷺ جب دعوتِ اسلام دینے کے لیے غیر مسلم حکمرانوں کو خط بھیجا کرتے تھے تو اس کے لیے بھی ایک آدمی کا انتخاب فرمایا کرتے تھے تاکہ وہ مراسلہ اس حکمران تک پہنچادے، جیساکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی بیان کرتے ہیں:

أنّ رسول الله ﷺ بعث بكتابه إلىٰ كسرى مع عبد الله بن حذافة السهمي فأمره أن يدفعه إلىٰ عظيم البحرين فدفعه عظيم البحرين إلى كسرٰى فلمّا قرأه مزقه[2]

” رسول اکرم ﷺ نے عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کے ہاتھ اپنا خط کسریٰ کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ آپ یہ خط بحرین کے سردار کو دے دیں، وہ آگے کسریٰ تک پہنچادے گا۔ یوں یہ خط جب کسریٰ کے پاس پہنچا تو اُس نے پھاڑ دیا۔“

رسول اللہ ﷺ سے ایسی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ آپ نے اپنے دور میں خبر واحد پر اعتماد کرتے ہوئے ایک ہی آدمی کو مبلغ یا قاصد یا کمانڈر بنا کر بھیجا اور ایسا کبھی بھی نہیں ہوا کہ آپ نے کبھی ایک بڑی جماعت کو قاصد یا مبلغ بنا کر بھیجا ہو تاکہ ان کی کثیر تعداد سے تواتر حاصل ہو جائے اور ان کی بات یقینی قرار پائے۔

۱ صحیح بخاری مع الفتح: ۱۳/ ۳۴۷

۲ صحیح بخاری: ۸/ ۱۲۶

معلوم ہوا کہ ایک دو آدمیوں کی خبر معتبر اور قابل قبول ہے، تب ہی تو آپ نے اسے اختیار فرمایا ہے۔ منکرین حدیث میں سے کوئی شخص یہ اشکال پیش کر سکتا ہے کہ یہاں تو قاصد اور مبلغ کو بھیجنے والے نبی اکرم ﷺ تھے اور جسے بھیجا جاتا تھا، وہ صحابی رسول ﷺ تھا۔ لہٰذا ان کی بات تو معتبر ہے خواہ خبر دینے والا ایک ہی ہو جبکہ دیگر رواۃِ حدیث کا یہ حکم نہیں ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ جن کی طرف اس مبلغ یا قاصد کو بھیجا گیا تھا، وہ غیر مسلم قوم سے تعلق رکھتے تھے جو نہ تو نبی اکرم ﷺ کی نبوت کو مانتے تھے اور نہ ہی قاصد یا مبلغ کو صحابی تسلیم کرتے تھے جن کی ثقاہت ان کے ہاں مسلّم ہو۔ ان کے نزدیک تو صحابی عام آدمی کی حیثیت رکھتا تھا، لیکن آپ نے اُن کو یقین دلانے کے لیے ان کی طرف لوگوں کی ایک جماعت کو نہیں بھیجا جن سے تواتر حاصل ہو جائے بلکہ ایک آدمی بھیج کر ان پر حجّت قائم کر دی تاکہ وہ عند اللہ پیغامِ حق نہ پہنچنے کا عذر نہ کر سکیں۔

عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خبر واحد (حدیث) کے قبول کرنے میں سبقت لے جانے والے تھے، ان کے ہاں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا، اس سے متعلق اُنہیں حدیث مل جاتی تو آپ اس کے مطابق فیصلہ صادر فرمادیا کرتے تھے۔ وہ کبھی اس کے حد تواتر تک پہنچنے کا انتظار نہیں کیا کرتے تھے، جیسا کہ موطا امام مالک وغیرہ میں یہ واقعہ موجود ہے کہ ''ایک دادی اپنے فوت ہونے والے پوتے کے مال سے اپنا حصہ معلوم کرنے کے لئے حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے علم کے مطابق اس پر کوئی حدیث نہیں ہے جس کے مطابق تجھے حصہ دلوایا جائے اور فرمایا کہ میں اس سے متعلق نبی اکرم ﷺ کی حدیث کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے دریافت کروں گا، اگر حدیث سے تیرا حصہ ثابت ہوا تو تجھے دلوا دیا جائے گا۔ چنانچہ آپ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے اس مسئلہ کو رکھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے دادی کو پوتے کے مال سے جب چھٹا حصہ دیا تھا تو میں بھی آپ ﷺ کے پاس

موجود تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا: کیا آپ کے ساتھ کسی دوسرے صحابی کو بھی اس حدیث کا علم ہے تو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اس کی تائید کی، تب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس عورت کے لیے چھٹا حصہ دینے کا فیصلہ کر دیا۔''[1]

منکرین حدیث یہاں یہ مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکرؓ نے ایک آدمی کی خبر پر اعتبار نہیں کیا بلکہ جب دوسرے صحابی محمد بن مسلمہؓ نے اس کی تائید کی تب اسے قبول کیا ہے۔ ایسے لوگ حقیقت سمجھنے سے عاری ہوتے ہیں یا اپنے قارئین کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ مقامِ غور ہے کہ دوسرے آدمی کی گواہی اور اس کی تائید سے بھی وہ حدیث خبر واحد ہی رہتی ہے، سنّتِ متواترہ نہیں بن جاتی، کیونکہ خبر واحد کی تعریف ہی یہ ہے: هو ما لم يجمع شروط المتواتر[2] یعنی ''جس حدیث میں متواتر کی شرطیں نہ پائی جائیں وہ خبر واحد ہوگی'' اور اس کے حجّت ہونے پر امت کا اتفاق ہے۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں:

"وعلىٰ العمل بخبر الواحد كان كافة التابعين و من بعدهم من الفقهاء"[3]

'' تمام تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم اور تمام فقہائے عظام خبر واحد پر عمل کرتے رہے ہیں۔''

دورِ فاروقی رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروقؓ بھی خبر واحد کو حجّت سمجھتے اور اسے قبول فرمایا کرتے تھے اور جب کسی مسئلہ میں اُنہیں حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ جاتی تھی تو اُس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتے تھے۔ جیسا کہ کتبِ احادیث میں وارد ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں:

أن عمر خرج إلى الشأم فلما كان بسرغ بلغه أن الوباء قد وقع بالشام فأخبره عبد الرحمن بن عوف أن رسول الله ﷺ قال: «إذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا

۱ سنن ترمذی: ۲۱۰۰
۲ نزہۃ النظر: ۳۳
۳ الکفایۃ فی علم الروایۃ: ۲۶ تا ۳۱

تخرجوا فرارًا منه»[1]

”سیدنا عمر فاروقؓ ملکِ شام جانے کے لیے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، جب وہ 'سرغ' مقام تک پہنچے تو اُنہیں وہاں بتایا گیا کہ شام کے علاقے میں تو وبا پھیلی ہوئی ہے۔ اس پر سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب تم سنو کہ کسی علاقے میں وبا پھیلی ہوئی ہے تو وہاں آؤ نہیں، اور اگر تمہارے علاقے میں وبا پھیل جائے، جہاں تم مقیم ہو تو وہاں سے وبا (طاعون وغیرہ) سے بچنے کے لیے نکلو نہیں۔ یہ حدیث سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور وہاں سے صحابہ کرامؓ کے ساتھ واپس مدینہ آ گئے۔“[2]

مسلمانوں کے خلیفہ سیدنا عمر فاروقؓ ایک آدمی سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی حدیث (خبر واحد) پر یقین کرتے ہوئے بجائے شام جانے کے، راستے سے ہی واپس آ جاتے ہیں۔ اس پر اُنہوں نے کوئی گواہ طلب نہیں کیا اور نہ ہی اسے ظنّی کہہ کر رد کیا ہے، جیسا کہ یہ منکرین حدیث کا وتیرہ ہے۔ بلکہ سیدنا عمر بن خطابؓ نے طلبِ علم کے لیے ایک انصاری صحابی سے باری مقرر کی ہوئی تھی اور ان کی بیان کردہ احادیث کو قبول کیا کرتے تھے۔ عبد اللہ بن عباسؓ حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

قال كنت أنا وجار لي من الأنصار في بني أمية بن زيد وهي من عوالي المدينة وكنا نتناوب النزول علىٰ الرسول الله ﷺ فينزل يومًا وأنزِل يومًا فإذا نزلت جئتُه بخير ذلك اليوم من الوحي و غيره وإذا نزل فعل مثل ذلك[3]

”سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں میں نے اپنے ایک انصاری پڑوسی سے باری مقرر کر رکھی تھی جو مدینہ کے بالائی علاقہ میں بنو اُمیہ میں رہتا تھا، اور ہم باری باری نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دن میں آتا (وہ اپنا کام کاج کرتا) اور ایک دن وہ

۱ صحیح بخاری مع الفتح: ۱۰/ ۱۷۹، رقم ۵۷۳۰
۲ صحیح بخاری: ۱۰/ ۱۷۹، رقم ۵۷۲۹
۳ صحیح بخاری مع الفتح: ۱/ ۱۸۵، رقم ۸۹

آپ کے پاس حاضر ہوتا اور میں اپنے گھریلو کام کاج کرتا رہتا۔ اور ہم میں ہر ایک، نبی اکرم ﷺ پر جو وحی نازل ہوتی یا کوئی دیگر مسئلہ ہوتا تو، اپنے ساتھی کو آکر بتا دیتے تھے۔" اس طرح گویا دونوں علم نبوت حاصل کیا کرتے تھے۔

سیدنا عمرؓ کے ہاں ایک آدمی کی خبر قبول کرنے کے لیے کوئی شرطیں مقرر نہیں تھیں بس یہی کافی سمجھا جاتا تھا کہ خبر دینے والا ثقہ اور معتبر مسلمان ہو۔

اگر کبھی انہوں نے حدیث پر گواہ کا مطالبہ کیا ہے تو وہ اس لیے نہیں کہ وہ خبر واحد کو حجّت نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی ثقہ راوی پر کوئی الزام لگاتے تھے بلکہ وہ تو صرف خبر واحد کے ثابت ہونے کے لیے تحقیق کی ایک صورت تھی جیسا کہ حدیثِ استیذان ہے اور خبر واحد کی تحقیق کے توسب قائل ہیں۔ حدیثِ استیذان جس پر حضرت عمر فاروقؓ نے گواہ کا مطالبہ کیا تھا، وہ ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے، حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں:

كنت في مجلس من مجالس الأنصار إذ جاء أبو موسٰى كأنه مذعور فقال: استأذنت علىٰ عمر ثلاثًا فلم يؤذن لي فرجعت فقال ما منعك؟ قلت استأذنت ثلاثًا فلم يؤذن لي فرجعتُ وقال رسول الله ﷺ: «إذا استأذن أحدكم ثلاثًا فلم يؤذن له فليرجع». فقال والله لتقيمن عليه بينة، أ منكم أحد سمعه من النبي ﷺ؟ فقال أبي بن كعب والله لا يقوم معك إلا أصغر القوم، فكنتُ أصغر القوم فقمتُ معه فأخبرت عمر أن النبي ﷺ قال ذلك[1]

"میں انصار کی ایک مجلس میں حاضر تھا، اس وقت حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ گھبرائے ہوئے آئے اور کہا کہ میں نے حضرت عمرؓ کے پاس جانے کے لیے دروازے پر کھڑے ہو کر تین دفعہ اندر جانے کی اجازت طلب کی، لیکن اجازت نہ ملنے پر میں واپس آگیا تو حضرت عمرؓ نے مجھے بلا کر وجہ پوچھی تو میں نے کہا: میں نے تین دفعہ اجازت طلب کی تھی لیکن جواب نہ آنے پر میں واپس ہوگیا، کیونکہ

1 صحیح بخاری مع الفتح: ۱۱/۲۷، رقم ۶۲۴۵

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کسی شخص کو تین مرتبہ اجازت طلب کرنے کے باوجود اجازت نہ ملے تو اسے واپس ہو جانا چاہیے، تو یہ حدیث سن کر سیدنا عمر فاروقؓ نے کہا: اس حدیث پر کوئی گواہ پیش کرو جس نے آپ کے ساتھ اس حدیث کو سنا ہو تو سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ نے ہم سے کہا: کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے میری طرح اس حدیث کو نبی اکرم ﷺ سے سنا ہو؟ تو اہل مجلس میں سے حضرت اُبی بن کعبؓ نے کہا کہ اس حدیث کو تو ہم میں سب سے چھوٹی عمر والا (یعنی ابو سعید خدریؓ) بھی جانتا ہے، تو ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں: میں ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ حضرت عمرؓ کے پاس گیا اور جا کر ان سے کہا کہ واقعی رسول اللہ ﷺ نے ایسا فرمایا ہے۔"

منکرین حدیث کا ایک ٹولہ اس حدیث کو خبر واحد کی حجیّت کے خلاف دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ اگر خبر واحد شرعی اعتبار سے حجت ہوتی تو حضرت عمرؓ اس پر گواہ طلب نہ کرتے، لیکن یہ لوگ اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ گواہ کی گواہی کے باوجود بھی یہ حدیث خبر واحد ہی رہتی ہے جسے سیدنا عمر فاروقؓ نے قبول کیا ہے لہٰذا یہ حدیث یعنی خبر واحد کو قبول کرنے کی دلیل ہے اور حضرت عمر فاروقؓ کا شاہد کا طلب کرنا صرف ثبوتِ حدیث کی تحقیق کے لیے تھا۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حضرت اُبی بن کعبؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا:

لاتكن عذابًا علىٰ أصحاب رسول الله ﷺ فقال: سبحان الله إنما سمعتُ شيئا فأحببت أن اتثبت [1]

"اے عمرؓ! آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر عذاب نہ بنیں تو آپ نے از راہِ تعجب فرمایا: سبحان اللہ! میں نے ایک بات سنی اور چاہا کہ اس کی صحت کی تحقیق کر لوں؟"

یعنی سیدنا عمرؓ کا گواہ طلب کرنا صحّتِ حدیث جانچنے کے لیے تھا اور کسی بھی حدیث کی صحت کو پرکھنے کا آج بھی کوئی شخص انکار نہیں کرتا، محدثین کرام نے ہر لحاظ سے احادیث کی

1 فتح الباری: ۱۱/ ۳۰

صحت کی جانچ پڑتال کر کے اُن کی صحت ثابت ہونے کے بعد ہی اُنہیں قبول کیا ہے۔ سوائے منکرین حدیث کے اُمّتِ مسلمہ میں سے کسی صاحبِ علم نے کسی حدیث کے خبر واحد ہونے کی وجہ سے کبھی اسے ردّ نہیں کیا۔

دورِ عثمانی رضی اللہ عنہ

خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کے دور میں بھی خبر واحد کی حجیت مسلّم تھی اور اس کی روشنی میں لوگوں کے مسائل نمٹائے جاتے تھے، خود حضرت عثمانؓ خبر واحد کو قبول کرتے تھے، اور جب اُنہیں خبر واحد (حدیثِ نبوی ﷺ) پہنچ جاتی تو اُسے فیصلہ کن قرار دیتے اور اس کے مقابلہ میں اپنی رائے کو قربان کر دیا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر آپ کی رائے یہ تھی کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے، وہ جہاں چاہے، وہاں رہ کر عدتِ وفات پوری کر سکتی ہے، لیکن جب سیدنا ابو سعید خدریؓ کی بہن حضرت فریعہ بنتِ مالک نے بتایا کہ میرے خاوند کی وفات پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے خاوند کے چھوڑے ہوئے گھر میں رہ کر عدت گزارنے کا حکم دیا تھا تو سیدنا عثمانؓ نے اس خبر واحد کو قبول کیا اور یہ حدیث سن کر اُنہوں نے اپنی رائے کو خیر باد کہہ دیا اور فیصلہ کر دیا کہ فوت شدہ خاوند والی عورت اسی گھر میں رہ کر عدت پوری کرے جس میں وہ خاوند کی زندگی میں رہائش پذیر تھی۔[1]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دور

حضرت علیؓ بھی باقی صحابہ کرامؓ کی طرح خبر واحد کو حجّتِ شرعیہ تسلیم کرتے تھے اور جب انہیں کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کی حدیث بیان کر دیتا تو اس پر اعتماد کرتے ہوئے خبر واحد کو قبول کرتے تھے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے، حضرت علیؓ خود بیان کرتے ہیں:

> كنتُ رجلا مذّاء فأمرتُ رجلا أن يسأل النبي ﷺ لمكان ابنته فسأل فقال: «توضأ واغسل ذكرك»[2]

1 سنن ترمذی: رقم ۱۲۰۴

2 صحیح بخاری مع الفتح: ۱/۳۷۹

”مجھے مذی بکثرت آتی تھی، چونکہ میرے گھر میں نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی (سیدہ فاطمہ ؓ) تھیں، اس لیے میں نے ایک آدمی سے کہا کہ وہ اس (مذی) کے متعلق نبی کریم ﷺ سے سوال کرے۔ اس نے آپ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”مذی آنے سے شرمگاہ کو دھو کر وضو کر لیا کریں۔“ (یعنی یہی کافی ہے، اس سے غسل کرنے کی ضرورت نہیں ہے)

سیدنا علیؓ نے ایک آدمی کے بتانے پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی خبر کو قبول کیا جو اس نے نبی اکرم ﷺ سے بیان کی تھی۔

دورِ تابعین رحمۃ اللہ علیہم

تابعین کرام کی بھی خبر واحد کو قبول کرنے میں کوئی خاص شرطیں نہیں تھیں اور نہ ہی اُن میں سے کسی نے حدیثِ نبوی ﷺ (خبر واحد) کو قبول کرنے کے لیے دو یا دو سے زائد راویوں کی شرط لگائی ہے بلکہ وہ ہر ثقہ راوی سے حدیث اخذ کرتے تھے۔ ایک دفعہ سلیمان بن موسیٰ، طاؤس تابعی سے ملے اور کہا کہ مجھے فلاں آدمی نے فلاں حدیث بیان کی ہے، کیا قبول کروں؟ تو طاؤس نے کہا: إن كان صاحبك مليئًا فخذ عنه

”اگر تو وہ ثقہ ہے تو قبول کرو۔“

ائمہ اَربعہ اور حدیثِ نبوی ﷺ (خبر واحد)

امام ابو حنیفہ حدیث و سنّت سے استدلال میں بڑے سخت تھے یہاں تک کہ وہ ثقہ راویوں کی روایت کردہ مرسل روایات کو بھی حجت مانتے تھے۔ حالانکہ مرسل روایت محدثین کرام کے ہاں ضعیف کی اقسام سے شمار ہوتی ہے، لیکن امام صاحب مرسلات کو بھی دلیل مانتے تھے، تو صحیح اور ثابت اخبارِ آحاد کا وہ انکار کیونکر کرسکتے ہیں، اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ فقہ حنفی کے مستدلات میں اخبارِ آحاد کو مسائل کی دلیل بنایا جاتا ہے، حالانکہ ان میں سے بعض اخبار آحاد ضعیف بھی ہوتی ہیں۔

امام مالک بھی اخبارِ آحاد کو حجت مانتے تھے حتیٰ کہ وہ امام ابو حنیفہ کی طرح مرسلات سے

استدلال کرنے کے قائل تھے۔ ان کی تصنیف موطا امام مالک میں مرسل احادیث کو بکثرت ذکر کیا گیا اور ان سے استدلال کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ جب امام مالک کے دور میں زبردستی لی گئی طلاق کا مسئلہ پیدا ہوا تھا تو امام صاحب نے طلاق المکرہ غیر جائز یعنی زبردستی لی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی، کو دلیل بنایا تھا جو کہ خبر واحد ہے اور موطا میں امام مالک نے خبر واحد کو بطور دلیل قبول کیا ہے جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے:

بينما الناس بقباء في صلوٰة الصبح إذ جاءهم اٰتٍ فقال إن رسول الله ﷺ قد أنزل عليه الليلة قرآن وقد أمر أن يستقبل الكعبة فاستقبلوها وكانت وجوههم إلىٰ الشام فاستداروا إلىٰ الكعبة[1]

"قبا والے فجر کی نماز بیتُ المقدس کی طرف متوجہ ہو کر پڑھ رہے تھے کہ ایک آنے والے نے آکر اُنہیں بتایا کہ نبی اکرم ﷺ پر قرآن نازل ہو چکا ہے اور آپ کو خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے کا حکم دے دیا گیا ہے لہٰذا تم بھی کعبہ کی طرف منہ کر لو، جبکہ ان کے چہرے سے شام (یعنی بیت المقدس) کی طرف تھے تو (وہ ایک آدمی کے خبر دینے سے بیت المقدس سے) بیت اللہ (خانہ کعبہ) کی طرف متوجہ ہو گئے۔"

رہے امام شافعی تو وہ تو خبر واحد کی حجیّت پر اس کے منکروں سے مناظرے کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ان کی عظیم تصنیف 'الرسالہ' میں اس موضوع پر خبر واحد کے منکر سے اُن کے دلچسپ مناظرے کا تفصیل سے ذکر ملتا ہے۔ بلکہ امام صاحب نے 'الرسالہ' میں یہ عنوان قائم کیا ہے: الحجة في تثبيت خبر الواحد ... اس کے بعد فرماتے ہیں:

فإن قال قائل: أذكر الحجة في تثبيت خبر الواحد بنصّ خبر أو دلالة فيه أو إجماع، فقلت له أخبرنا سفيان عن عبد الملك بن عمير عن عبد الرحمٰن بن عبد الله بن مسعود عن أبيه أن النبي ﷺ

1 الموطا: ۱/۱۲۸

قال: «نضر الله عبدًا سمع مقالتي فحفظها ووعاها و أداها فرُبَّ حامل فقه غير فقيه و ربّ حامل فقه إلىٰ من هو أفقه منه»

”اگر کوئی شخص خبر واحد کی حجیت پر نص یا اجماع سے دلیل طلب کرے تو میں اسے دلیل دیتے ہوئے کہوں گا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ”اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرّم رکھے جو میری کلام سن کر اسے حفظ کرتا ہے اور پھر یاد کی ہوئی میری حدیث کو لوگوں تک پہنچاتا ہے اور بہت سے حامل فقہ خود غیر فقیہ ہوتے ہیں اور بہت سے حامل فقہ ایسے لوگوں تک علم پہنچا دیتے ہیں جو اُن سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں۔“

امام شافعی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب اپنی حدیث سن کر اسے حفظ کرنے اور یاد کی ہوئی حدیث کو آگے پہنچانے کی دعوت دے گئے ہیں تو اسی لئے کہ آپ کی حدیث اُمّت کے لیے حجّت اور شرعی دلیل ہے۔[1]

امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ کسی بھی مسئلہ کی بنیاد آیتِ قرآنی یا حدیثِ نبوی پر رکھی جائے گی، اگر کسی مسئلہ میں حدیث نہ ہو تو قولِ صحابی کو لیا جائے گا، اگر یہ بھی نہ ہو تو قولِ تابعی کو بھی قبول کیا جائے گا۔ لہٰذا امام احمد بھی خبر واحد (حدیث) کو شرعاً حجت ماننے میں جمہور اُمّت کے ساتھ ہیں جیسا کہ أصول مذهب الإمام أحمد میں خبر واحد کے متعلق اُن کا مذہب بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

الإمام أحمد والحنابله جميعًا مع جمهور الأمة في وجوب العمل بخبر الواحد[2]

”امام احمد اور تمام حنابلہ خبر واحد پر عمل کو فرض کہنے میں جمہور اُمت کے ساتھ ہیں۔“

اور جمہور کا مذہب ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ

جمهور الأمة يقولون بوجوب العمل بخبر الواحد سواءً منهم من

---

۱ الرسالہ از امام شافعی: ۴۰۱، ۴۰۲

۲ أصول مذہب الامام احمد: ۲۸۷

قال: إنه يفيد العلم أم من قال: إنه يفيد الظنّ[1]

”خبر واحد پر عمل کی فرضیت کا مذہب جمہور اُمّت کا ہے، اس بارے میں خبر واحد کو مفید للیقین یا مفید للظنّ کہنے والے سب جمہور کے ساتھ ہیں۔“

خطیب بغدادی

منکرین حدیث کو چونکہ اپنے جمہور اُمّت کے خلاف نظریات کو اہل اسلام میں مقبول بنانے کے لیے کسی سہارے کی ضرورت ہے، اس لیے وہ عموماً کوشش کرتے ہیں کہ علامہ خطیب بغدادی کو اپنے باطل افکار کی ترویج کے لیے استعمال کریں اور ان کی کتاب الکفایة کی عبارتوں کو زبردستی اخبارِ آحاد (احادیثِ نبویہ ﷺ) کے حجّت نہ ہونے کے لئے پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ خبر واحد کو جب کہ وہ قرآن و سنت کے یا عقل کے فیصلے کے خلاف ہو، حجت نہیں مانتے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کوئی خبر واحد (حدیث) جو صحیح ثابت ہو وہ قرآن و سنت یا عقل کے خلاف نہیں ہو سکتی، بلکہ منکرین حدیث کی کج فکری اور کم فہمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ کسی حدیث (خبر واحد) کو قرآن و سنت کے خلاف سمجھ لیتے ہیں۔
علامہ خطیب بغدادی تو اپنی کتاب الکفایة میں اخبار آحاد کی حجیت پر مستقل باب قائم کر کے متعدد دلائل جمع کر گئے ہیں جو اُن کے جمہور امت کے موافق ہونے پر بین ثبوت ہے، وہ فرماتے ہیں:

باب ذكر بعض الدلائل علىٰ صحة العمل بخبر الواحد و وجوبه[2]

یعنی ”خبر واحد پر عمل کی صحت اور فرضیت پر بعض دلائل کا بیان“

اس کے بعد اُنہوں نے خبر واحد کے شرعی حجت ہونے اور اخبار آحاد پر عمل کے فرض ہونے پر متعدد دلائل جمع کئے ہیں۔

۱ اُصول مذہب الامام احمد: ۲۸۷

۲ الكفاية في علم الرواية للخطيب البغدادي: ٦٧

حافظ ابن حزم

علامہ ابن حزم نے الإحکام میں خبر واحد کی حجیت پر تفصیلی بحث کی ہے اور منکرین کو طرح طرح سے حق کی طرف لانے کی کوشش کی ہے، ہم ان کی ایک جامع اور مختصر عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو اخبارِ آحاد کے شرعاً حجت ہونے پر دلالت کرتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

إن خبر الواحد العدل عن مثله إلیٰ رسول الله ﷺ یوجب العلم والعمل معًا و بهٰذا نقول[1]

یعنی ''ہم اس بات کے قائل ہیں کہ عادل ثقہ کی خبر واحد جو وہ اپنے جیسے عادل و ثقہ راوی سے بیان کرے اور اسی طرح سارا سلسلہ اسناد رسولِ اکرم ﷺ تک پہنچتا ہو تو ایسی خبر واحد علم یقین کا فائدہ دیتی ہے اور اس پر عمل کرنا فرض ہے۔''

سلف و خلف کا عمل اخبارِ آحاد کی حجیت پر رہا ہے، صحابہ و تابعین و تبع تابعین، ائمہ کرام اور محدثین عظام کے اَدوار میں جب بھی کوئی سائل کسی صاحبِ علم سے کسی مسئلہ کے بارے میں دریافت کرتا تھا تو اس عالم کے جواب پر مطمئن ہو کر عمل پیرا ہو جاتا تھا، اس جواب کو حدِ تواتر تک پہنچانے کے لیے کبھی کسی سائل نے دیگر تمام اہل علم سے دریافت کرنے کی زحمت نہیں کی۔ دورِ حاضر میں بھی ایک آدمی کی خبر کا اس کی عدالت و ثقاہت کے پیش نظر اعتبار کیا جاتا ہے، رسائل و جرائد میں ایک ہی مضمون نگار کے لکھے ہوئے مضمون کو قبول کیا جاتا ہے اور ایک ہی لیکچرار کے لیکچر کو معتبر سمجھا جاتا ہے۔ دنیا میں آنے والا ہر انسان خبر واحد کی بنیاد پر ہی اپنے والد (باپ) کو یقین کے ساتھ جانتا اور مانتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خبر واحد سے ثابت ہونے والے باپ کی موت پر اُس کے ورثا کے لئے احکامِ وراثت مرتب کیے ہیں۔ لیکن منکرین حدیث کو اگر اس بات پر ہی اصرار ہے کہ خبر واحد ظن کا فائدہ دیتی ہے اور جو چیز ظن ہے اس میں اس بات کا امکان پایا جاتا ہے کہ وہ

1 الإحکام شرح أصول الأحکام: ۱۱۵

① غلط ہو سکتی ہے۔
② وہ جھوٹ اور افترا ہو سکتی ہے۔
③ وہ کسی راوی کا وہم ہو سکتی ہے۔[1]

تو اہل اشراق کو چاہیے کہ وہ ایک ہی مضمون کو اپنے ماہنامہ میں بیسیوں بار شائع کریں تب اس کو قابل التفات سمجھا جائے، ورنہ وہ ایک آدمی کی خبر (خبر واحد) ہو گی جس میں جھوٹ اور افترا نیز وہم و غلطی کا امکان باقی رہے گا۔

حجیتِ خبر واحد قرآنِ کریم سے

منکرین حدیث کے نزدیک قرآن کریم کا ثبوت متواتر ہے اور یہ علم کا فائدہ دیتا ہے اور قرآن کریم بھی خبر واحد کے حجت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ مصر میں فرعون اور اس کے حواری حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنا رہے تھے تو ایک آدمی نے آکر موسیٰ علیہ السلام کو یہ خبر دی کہ اے موسیٰ علیہ السلام! تیرے قتل کے منصوبے بن رہے ہیں لہٰذا یہاں سے جان بچا کر نکل جائیں۔ قرآنِ کریم اس خبر واحد کو یوں ذکر کرتا ہے:

﴿ وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی ؗ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ۝۲۰ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ ؗ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝۲۱ ﴾[2]

اس ایک آدمی کی خبر کا اعتبار کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے نکل کھڑے ہوئے، لیکن اگر وہ یہ کہتے کہ یہ تو خبر واحد ہے جو ظنی ہے اور جو چیز ظن ہو، اس میں اس بات کا امکان پایا جاتا ہے کہ وہ

① غلط ہو سکتی ہے۔
② وہ جھوٹ اور افترا ہو سکتی ہے۔

---

۱ ماہنامہ 'اشراق' لاہور: ص ۳۶ ... جولائی ۲۰۱۲ء

۲ سورۃ القصص: ۲۰، ۲۱

④ وہ کسی کا وہم ہو سکتی ہے۔

تو اس سے جو نتیجہ نکلتا وہ ظاہر ہے۔ اس سے آگے مائے مدین پر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام کی دو لڑکیوں میں سے ایک کے کہنے پر، کہ میرا باپ آپ کو بلاتا ہے۔ چل پڑے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے داماد بننے کا شرف حاصل ہوا۔

یہاں منکرین اخبارِ آحاد کی طرف سے یہ سوال اُٹھایا جاسکتا ہے کہ یہ تو قرآن ہے اور قرآنِ کریم کو تواتر حاصل ہے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ قرآن کریم کو تواتر تو تب حاصل ہوا ہے جبکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صاحبِ قرآن (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کو ایک آدمی کے خبر دینے کا واقعہ اس سے بہت پہلے کا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ذکر فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اور پہلے انبیا اور رسولوں کے ہاں بھی خبر واحد معتبر اور قابل حجت رہی ہے۔ صرف منکرین حدیث اس کی حجیت سے انکاری ہیں!!

علماے حدیث نے سورۃ الحجرات کی حسبِ ذیل آیت سے بھی عادل ثقہ کی خبر کے مقبول ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ ﴾[1]

اور اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فاسق شخص کی خبر کو قبول کرنے سے پہلے اس کی تحقیق کر لینے کا حکم دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ایک عادل اور ثقہ شخص کی خبر کو قبول کرنے کے لیے تحقیق کی ضرورت نہیں ہے، ورنہ عادل اور فاسق کی خبر کو قبول کرنے میں کوئی فرق نہیں ہو گا۔ علماے حدیث نے صحیح حدیث کے قابل قبول ہونے کے لیے جو شرطیں عائد کی ہیں، ان سے ان خطرات کا ازالہ ہو جاتا ہے جن سے منکرین حدیث ڈرتے ہیں اور اُنہوں نے صحیح حدیث کی تعریف ہی یہ کی ہے:

ما اتصل سنده بنقل العدل الضابط عن مثله إلیٰ منتهاه ولا یکون شاذًا ولا معللًا

١ سورۃ الحجرات:٦

کسی بھی حدیث میں یہ شرطیں پائے جانے سے وہ قابل قبول ہوتی ہے اور یہ شرطیں رواۃِ حدیث سے وہم اور غلطی نیز جھوٹ کے امکان کو دور کرنے کے لیے ہی لگائی گئی ہیں، لیکن اس کے باوجود بھی اگر بعض لوگ یہ سمجھتے بلکہ واویلا کرتے ہیں کہ خبر واحد ظنّی ہوتی ہے اور جو چیز ظن ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اس بات کا امکان پایا جاتا ہے کہ وہ

① غلط ہو سکتی ہے۔

② وہ جھوٹ اور افترا ہو سکتی ہے اور

③ کسی راوی کا وہم ہو سکتی ہے۔

تو ایسے توہم پرست لوگوں کے متعلق امام ابن قیم جوزیہ فرماتے ہیں:

من قال إن خبر الواحد يفيد الظن نقول له: يفيد الظن هذا بالنسبة لك و بالنسبة لعلمك ولكن بالنسبة للمتخصصين من أهل العلم والحديث يفيد عندهم العلم لأن عندهم خبرة بالأحاديث و دراسة الأسانيد و معرفة حال الرجال إلىٰ آخر ذلك ... فنقول يفيد الظن بالنسبة لك أنت وأمثالك ممن لم يعرفوا هٰذا العلم و هذا الفن[1]

”جو شخص یہ کہے کہ خبر واحد تو ظنی ہے (اور ظن کا کوئی اعتبار نہیں) تو ہم اسے کہتے ہیں: ہاں واقعی خبر واحد تیرے جیسے ناقص العلم کو ظن کا فائدہ دیتی ہے، لیکن محدثین کرام جو علم حدیث کے ماہر اور متخصص ہیں، اُنہیں خبر واحد علم و یقین کا فائدہ دیتی ہے، کیونکہ انہیں احادیث و اسانید کا ماہرانہ تجربہ حاصل ہوتا ہے اور وہ رواۃِ حدیث کے کوائف اور دیگر معلومات سے واقف ہوتے ہیں۔ ہم پھر منکرین اخبارِ آحاد سے کہیں گے کہ خبر واحد آپ جیسوں کے لیے ظن کا ہی فائدہ دیتی ہے جو فن حدیث سے نابلد اور علم حدیث سے ناآشنا ہوتے ہیں۔“

۱ حجية الآحاد في العقيدة : ۳۰ ؛ مختصر الصواعق :۲/۳۵۹، ۴۳۲